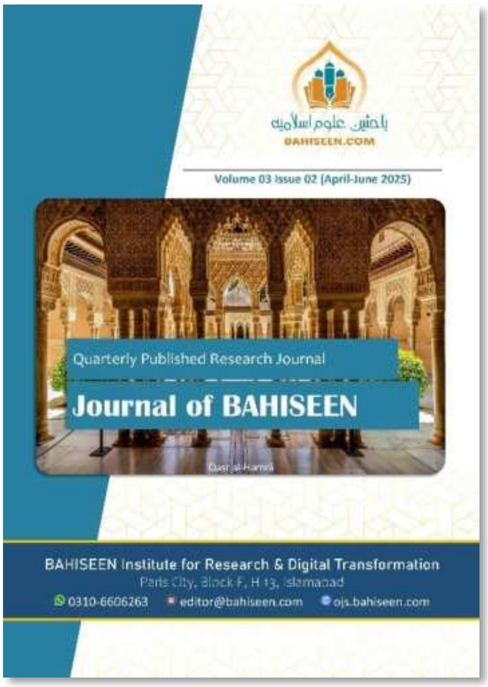

Title
Journal of BAHISEEN
Issue
Volume 03, Issue 02,
April -June 2025
ISSN
ISSN (Online): 2959-4758
ISSN (Print): 2959-474X
Frequency
Quarterly
Copyright ©
Year: 2025
Type: CC-BY-NC
Availability
Open Access
Website
ojs.bahiseen.com
Email
editor@bahiseen.com
Contact
+923106606263
Publisher
BAHISEEN Institute for
Research & Digital
Transformation, Islamabad

ذکر کا ثبوت: لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

Proof of Dhikr: An Analytical Study in the Light of Lum ʻat al-Tanqīḥ fī Sharḥ Mishkāt al-Maṣābīḥ

Dr. Muhammad Yousuf
Research Associate, Department of Islamic Thought,
History and Culture, AIOU, Islamabad
Email: muhammad.yousuf@aiou.edu.pk

Abstract

This study explores the concept and evidence of Dhikr (remembrance of Allah) through a critical and analytical examination of "Lumʻat al-Tanqīḥ fī Sharḥ Mishkāt al-Maṣābīḥ," the renowned commentary by Shaykh Abdul Haq Muhaddith Dehlavi. The research investigates the textual foundations and scholarly interpretations of Dhikr as presented in the context of hadith literature, focusing on the arguments and proofs provided by the commentator. By analyzing the relevant sections of "Lumʻat al-Tanqīḥ," the study highlights the theological, spiritual, and practical dimensions of Dhikr, and assesses its significance in Islamic tradition. The research also compares the commentary's approach with other classical sources to present a comprehensive understanding of the subject. The findings demonstrate that "Lumʻat al-Tanqīḥ" offers a nuanced and authoritative perspective on the legitimacy, virtues, and methods of Dhikr, thereby contributing to the broader discourse on Islamic devotional practices. This analytical study aims to enrich contemporary scholarship by providing a detailed evaluation of the proofs and interpretations related to Dhikr in the light of a classical hadith commentary.

Keywords: Dhikr (Remembrance of Allah), Proof of Dhikr, Hadith Commentary, Islamic Devotional Practices, Islamic Theology regarding Dhikr, Spirituality in Islam, Remembrance in Islam

لمعات التنقیح میں ذکر کے ثبوت کو تلاش کرنا اس لیے افادیت کا حامل ہے کہ ذکر (یادِ الٰہی) اسلامی روحانیت اور عملی زندگی میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اس موضوع پر تحقیقی مطالعہ نہ صرف ذکر کے شرعی جواز، اس کی اقسام اور اس کے فضائل کو واضح کرتا ہے بلکہ اس سے صوفیہ اور اہلِ علم کے درمیان رائج مختلف اذکار کی شرعی حیثیت بھی سامنے آتی ہے۔ لمعات التنقیح جیسی مستند شرح میں ذکر کے دلائل اور اس کی مختلف صورتوں پر گفتگو، معاصر اور کلاسیکی اسلامی فکر کے درمیان پُل کا کام دیتی ہے۔

یہ تحقیق اس لیے اہم ہے کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کے باب میں نہایت باریک بینی سے دلائل، احادیث، فقہی آراء اور صوفیانہ تجربات کو جمع کیا ہے۔ ان کی موجودہ تحقیقات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ذکر صرف عبادت نہیں بلکہ معرفتِ الٰہی اور تقویٰ کے حصول کا ذریعہ ہے، اور اس کی مختلف صورتیں (دل، زبان، یا دونوں سے) اسلامی روایت میں رائج و معتبر ہیں۔ اس لیے اس موضوع پر تحقیقی

جائزہ نہ صرف علمی حلقوں کے لیے بلکہ عام مسلمانوں کے لیے بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

سابقہ مطالعات کا مختصر تذکرہ

ذکر کے موضوع پر مختلف ادوار میں متعدد علماء اور صوفیاء نے کام کیا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین و صوفیاء نے ذکر کی اقسام، اس کے فضائل اور اس کے شرعی دلائل پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ ذکر کے دلائل اور اس کی عملی صورتوں پر امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی "شرح صحیح مسلم"، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی "احیاء العلوم" اور دیگر شروحات میں بھی بحث ملتی ہے۔ تاہم، لمعات التنقیح کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ذکر کے دلائل کو نہایت جامع انداز میں جمع کیا گیا ہے، اور صوفیانہ و فقہی دونوں زاویوں سے اس کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

ذکر سے مراد کسی کو یاد کرنا، اور بار بار یاد کرنا ہے اور یہ یاد کرنا تقرب کا ذریعہ ہے۔ ذکر اللہ کے ذریعے انسان کو اللہ جل جلالہ کا قرب حاصل ہوتا ہے جو کہ معرفتِ الٰہی اور تقویٰ کے حصول کا ذریعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیا روزِ اول سے ہی ہر حال میں ذکرِ باری تعالیٰ کو ترجیح دیتے ہیں۔ اجتماعی اور انفرادی ذکر میں اللہ کی یاد، للٰہیت، تقویٰ اور قربِ الٰہی کی منازل طے کرتے ہیں۔ صاحب مشکاۃ نے کتاب الدعوات کے ذیل میں باب ذكر الله عز وجل والتقرب إليه میں ذکر اللہ اور تقربِ الٰہی کی بحث کی ہے۔

ذکر کی اقسام

بنیادی طور پر ذکر کی دو اقسام ہیں۔

1. دل سے ذکر
2. زبان سے ذکر۔

افضل ذکر وہ ہے جو دل اور زبان دونوں سے ہو۔ اگر ان میں سے کسی ایک سے ذکر کرنا ہو تو دل سے ذکر کرنا افضل ہے۔ دل سے ذکر کرنے کی مزید دو قسمیں ہیں۔ ان دونوں قسموں میں سے ایک بلند اور اعلیٰ ہے، وہ یہ کہ اللہ جل جلالہ کی عظمت و جلال میں اس کی بزرگی اور اس کی بادشاہت میں اور زمین و آسمان میں اس کے پھیلے ہوئے نشاناتِ قدرت میں غور و فکر کرنا۔ اس ذکر کو ذکرِ خفی کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ جو ذکر دل سے ہوتا ہے یہ ہے کہ اس کے امر و نہی کو دل میں حاضر کرنا اور اس کے مطابق زندگی بسر کرنے کا پختہ ارادہ کرنا۔

ذکر کی اقسام میں (1) ذکر بالقلب (2) ذکر باللسان (3) ذکر باللسان اور بالقلب – تینوں اعتبار سے ذکر کی صورتیں صوفیا کے ہاں مروج ہیں۔ بعض صوفیا صرف دل میں ذکر کرتے ہیں تو بعض صرف زبان سے، اور بعض صوفیا کے ہاں دل و زبان سے بہ یک وقت ذکر کیا جاتا ہے، کتاب الدعوات کے ذیل میں باب ذكر الله عز وجل والتقرب إليه کے ذیل میں ذکر کی ان تینوں صورتوں کی وضاحت کی ہے۔ جس میں قرآن مجید، حدیث نبوی اور تعاملِ صوفیا کے ساتھ تفصیل سے بحث کی ہے، اور ہر ایک طریقہ ذکر پر بحث کی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذکر اور یاد کرنا، نسیان یعنی بھول جانے کے مقابل ہے۔ ذکر انسان دل سے بھی کر سکتا ہے اور زبان سے بھی۔ اس سلسلے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فقہا کا یہ قول بیان کرتے ہیں کہ ذکر صرف زبان سے شمار ہوتا ہے، اور اس کی کم سے کم حد یہ ہے کہ انسان اپنی آواز خود سن سکے۔ زبان سے ذکر کیے بغیر اس کا شمار ذکر میں نہیں آتا، جیسے کہ پڑھنا، طلاق دینا اور غلام کو آزاد کرنا بھی زبان سے ادا کیے بغیر معتبر نہیں ہوتے۔ اگر دل میں ارادہ ہو تو اسے پڑھنا یا طلاق دینا یا آزاد کرنا نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ دل کا کام علم اور تصور ہے، نہ کہ قول۔ اسی طرح ذکر زبان کا عمل ہے، جبکہ نسیان (بھولنا) دل کا عمل ہے۔ صوفیا کے نزدیک اگر ذکر سے مراد زبان سے ذکر کرنا ہے تو یہ نسیان کے خلاف ہے، اور اگر دل سے ذکر مراد ہے تو یہ بھی نسیان کے مقابلہ میں ہے۔ اس لحاظ سے ذکر باللسان (زبان سے ذکر) لغوی معنی میں مراد ہو گا، کیونکہ یہ اصطلاح دونوں پہلوؤں پر محیط ہے۔ لہٰذا ذکر کو صرف قول

یا فعل تک محدود نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اس میں دل اور زبان دونوں شامل ہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ذکر کے فضائل و خصائص صرف زبان سے ذکر کرنے پر منحصر ہیں اور دل کی کیفیت اس میں شامل نہیں، تو یہ بات دلیل کے بغیر ہے اور قابل قبول نہیں۔ البتہ اگر کہا جائے کہ زبان اور دل دونوں سے ذکر کرنا افضل ہے تو یہ بات درست اور متفق علیہ ہے۔[1]

اس تمام گفت گو کے بعد بطورِ خلاصہ شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرف الدين الحسين بن عبد الله الطيبي رحمۃ اللہ علیہ (743 ھ) کے حوالے سے شرح الطيبي میں سے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح صحیح مسلم کا قول ذکر کیا ہے کہ "ذکر دل کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور زبان کے ساتھ بھی۔ افضل یہ ہے کہ دونوں کے ساتھ اکٹھا ہو، اور اگر کسی ایک پر اکتفا کرنا ہو تو ذکر بالقلب بہتر ہے۔"[2]

شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ذکر کی اقسام کی وضاحت میں ذکر اللہ کو دو اقسام میں تقسیم فرماتے ہیں کہ:

1. ذکر بالقلب
2. ذکر باللسان

ذکر بالقلب کی مزید دو اقسام ہیں:

1. ان میں سے ایک وہ ہے جو اللہ کی عظمت، اس کی قدرت، اس کی بادشاہی اور زمین و آسمان میں اس کی نشانیوں پر غور کرتے ہوئے انسان کے دل میں اللہ کی یاد آتی ہے۔

حدیث میں ہے خير الذکر الخفيُّ[3]، یہاں شیخ محدث رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کا ذکر تو کیا لیکن یہ حدیث ملتے جلتے یا بعینہ انہی الفاظ کے ساتھ مسند احمد کے علاوہ کہیں نہیں مل سکی۔

2. دوسرا یہ کہ کسی کام کا حکم دیتے ہوئے یا کسی کام سے روکتے ہوئے دل میں اللہ کا خوف اور یاد باقی رکھنا۔

ذکر جلی و ذکرِ خفی کا ثبوت

ذکرِ جلی اور ذکرِ خفی ذکر کی دو مختلف کیفیات ہیں، جیسا کہ ذکر کی اقسام میں ذکر کیا گیا ہے، اور یہ بات بھی درست ہے کہ ذکر بالقلب–ذکرِ خفی اور ذکر باللسان–ذکرِ جلی ہی کے نام ہیں۔ انسان جب اللہ جل جلالہ کو دل میں یاد کرتا ہے تو اللہ جل جلالہ بھی اس کا ثواب خفیہ طور پر عطا کرتا ہے، اور جب انسان اللہ جل جلالہ کا ذکر کسی جماعت میں کرتا ہے تو اللہ جل جلالہ بھی اس کا ذکر اپنی بہترین مجلس میں کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأٍ خير مِنْهُم»[4]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، میں اپنے بندے کے ذہن کے مطابق ہوتا ہوں، جو اس کا میرے متعلق ہوتا ہے، اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، جب کہ وہ مجھے یاد کرتا ہے، اگر وہ میری یاد اپنے دل میں کرتا ہے تو میں بھی اس کی یاد اس طرح کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے کسی مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں۔

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل جلالہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں:

أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي–میں اپنے بندے کے ذہن اور گمان کے مطابق ہوتا ہوں جو اس کا میرے متعلق ہوتا ہے۔

وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي–اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

اس کے بعد اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں کہ (فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي) اگر میرا بندہ مجھے چھپ کر / دل میں یاد کرتا ہے تو

میں بھی چپکے سے اس کو اسی طرح سے یاد کرتا ہوں جس طرح سے اس نے مجھے یاد کیا ہے۔ یعنی اس نے دل میں یاد کیا، میں اس یاد کرنے پر اس کو خفیہ طور پر بدلہ اور ثواب عطا کروں گا، اور اس کے کاموں میں اس کا معاون بنوں گا، اور اپنے ذکر میں اس کی ذات کو ثابت اور قائم کرتا ہوں یہ سب کام اس طرح پوشیدہ طریقے سے کرتا ہوں کہ نہ تو اس کی اس حالت کو کوئی فرشتہ جانتا ہے اور نہ اس کے سوا کوئی اور۔

اور (وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خير مِنْهُم) اگر میرا بندہ مجھے انسانوں کی جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اسے ان سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں جو کہ ملائکہ مقربین کی جماعت ہے۔

یہاں حدیث میں لفظ مَلَاء میم اور لام کی زبر سے بمعنی قوم کے اشراف اور سردار لوگ ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ حق سبحانہ وتعالی کا کلام نفسی بھی ہے اور لفظی بھی۔ اللہ تعالی اپنے بندے کو دونوں قسم کے کلام سے یاد کرتا ہے بہر حال اللہ جل جلالہ کا ذکر ثواب کے حصول کا ذریعہ ہے جو کہ حاصل ہو کر رہتا ہے۔

اس مقام پر اس امر کا احتمال ہے کہ اللہ کے اپنے بندے کا ذکر کرنے سے ظاہری معنی مراد ہو، یعنی اللہ جل جلالہ بندے کو ذکر کرنے پر عزت اور بزرگی عطا فرماتا ہے۔ اس حدیث میں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ذکر بالجہر، ذکرِ جلی اور ذکر بالسان افضل ہے، لہذا اس حدیث کو اس امر کی دلیل بھی مانا جاسکتا ہے کہ اونچی آواز سے ذکر کرنا جائز ہے۔

ذکر کی کیفیات کا ثبوت

ذکر بالجہر کرنا اولیٰ ہے یا ذکر بالقلب؟ اس مسئلہ کو سمجھنے کے لیے درج ذیل دلائل کارآمد ثابت ہوں گے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

« ما كنت أعرف انصراف الناس من الصلاة على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا بالذكر »[5]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نماز کے ختم ہونے کا مجھے اس سے پتہ چلتا کہ لوگ اختتام نماز کے بعد بلند اواز سے ذکر کرتے تھے۔ شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات ذکر کر کے بتایا کہ اسے بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے، البتہ تلاش کے باوجود صحیح بخاری یا کتب السنۃ میں یہ بات کہیں نہ مل سکی۔

تکبیرات عید کو بلند آواز سے کہنا، اسی طرح نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا، ملک کی سرحدوں پر بلند آواز سے تکبیرات کہنا، اور سفر میں بلند آواز سے تکبیر کہنا بھی اس امر کی دلیل ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بہت بلند آواز سے ذکر شروع کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

«ارْبَعوا على أنفسكم فإنكم لا تدعون أصم ولا غائبًا»[6]

اے لوگو اپنی جانوں پر زیادہ بوجھ نہ ڈالو بلکہ ان سے نرمی کرو اور ان کے لیے آسانی پیدا کرو زیادہ بلند آواز سے ذکر نہ کرو کیوں کہ تم لوگ ایسی ذات کو نہیں پکار رہے جو سنتی نہیں یا جو تم سے غائب ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان "اپنے اوپر نرمی کرو" سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو بلند آواز سے ذکر سے روکنا شفقت کی بنا پر تھا، نہ کہ بلند آواز سے ذکر کرنا شرعی طور پر ناجائز ہو۔ متعدد مواقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق، مسجد کی تعمیر اور دیگر حالات میں بلند آواز سے ذکر فرمایا۔ یہ عمل صحابہ کرام اور سلف صالحین سے بھی منقول ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنا اور اس کے لیے جمع ہونا جائز اور مستحب ہے۔ اگرچہ یہ واقعات مخصوص حالات سے متعلق ہیں، تاہم بعض علما بلند آواز سے ذکر کو تمام اوقات میں جائز قرار دیتے ہیں، جبکہ کچھ اسے مخصوص مواقع تک محدود سمجھتے ہیں۔ تاہم حدیث میں ذکر کے لیے حلقہ باندھنے کا تذکرہ بھی موجود ہے، جو بلند آواز سے ذکر کرنے کے لیے

گروہ کی صورت میں جمع ہونے کی شرعی حیثیت کو ثابت کرتا ہے۔

شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں اس طریقے کو مکروہ قرار دیا گیا ہے کیوں کہ ان کے نزدیک مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کی طرح کا یہ عمل صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے منقول نہیں اور اس لیے بھی درست نہیں تا کہ راستے کو بند کر دیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ رفتہ رفتہ لوگ اس ذکر میں اپنے پاس سے کئی اضافے نہ کر دیں اور حد سے تجاوز نہ کر جائیں۔[7]

مشائخ شاذلیہ رحمۃ اللہ علیہم کے بعض متاخرین فرماتے ہیں کہ بلند آواز سے ذکر کے لیے اجتماع اور حلقے بنانا دین کے رواج میں سے ہے اور اس کا جائز ہونا بالکل متعین ہے اسے دلیل بنانا چاہیے کیوں کہ اس زمانے میں اصل حقائق تو ناپید ہیں، کم از کم ذکر کی ایسی مجلس سے تو قائم ہونی چاہیں اور اگر ایسی مجالسِ ذکر منعقد کرنا بدعت قرار دیا جائے گا تو یہ بدعت مختلف فیہ ہے۔ زیادہ سے زیادہ اتنی بات ہے کہ اسے مکروہ قرار دیا جائے۔[8]

اہل علم کے نزدیک بلند آواز سے ذکر کرنا جائز اور درست ہے، اور ممکن ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے بعد آنے والی جماعت کی تربیت کے لیے ایسا فرمایا ہو۔ بعض اوقات حکم کا مباح یا مستحب ہونا زمانہ، مقام اور افراد کے اعتبار سے مختلف ہو سکتا ہے۔ مجموعی طور پر، شرعی آداب کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے۔

ذکر جلی کے صوفیانہ عمل کی وضاحت

فصل اول میں آٹھ احادیث ذکر کی ہیں۔ ذکر جلی کے صوفیانہ عمل کی وضاحت میں شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اونچی آواز میں ذکر کرنا جائز ہے۔ اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ خود اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے:

﴿فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ﴾[9]

"خدا کا ذکر اسی طرح کرو جس طرح تم اپنے آباؤاجداد کا ذکر کیا کرتے تھے"۔

اور یہ بھی اس آیت کی ایک صوفیانہ توضیح ہے کہ:

﴿فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِكُمْ ﴾[10]

"جب تم نماز ادا کر چکو تو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہو"۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز کے بعد کا معمول تھا کہ نماز کے آخر میں سلام پھیرتے تو بلند آواز سے یہ دعا پڑھتے تھے:

«"لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ"»[11]

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم «إِذَا سَلَّمَ مِنْ صَلَاتِهِ يَقُولُ بِصَوْتِهِ الْأَعْلَى»[12] جب نماز کا سلام پھیرتے تو بلند آواز سے کلمات بیان فرماتے:

«"لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، لَا إِلَه إِلَّا اللَّهُ، وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ، وَلَهُ الْفَضْلُ، وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ»[13]

اسی حدیث کے بعد درج ہے کہ صحیح مسلم میں ہے کہ «كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يُهَلِّلُ بِهِنَّ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ»[14] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات کا ورد کرتے تھے۔

صوفیاء کرام ان کلمات کو وحدت الوجود کے نظریے کا ثبوت سمجھتے ہیں۔ شیخ محدث دہلوی کے مطابق یہ حدیث واضح ثبوت ہے کہ

رسول ﷺ ذکر فرماتے تھے تاکہ اپنے صحابہ کو تعلیم دیں۔ لمعات التنقیح میں بھی یہی ذکر ہے کہ ذکر کا مقصد تعلیم دینا تھا، ورنہ مخفی ذکر بہتر ہے۔ آہستہ یا بلند آواز سے ذکر کے اوقات مختلف ہو سکتے ہیں، کیونکہ بعض اوقات مخفی ذکر شوق پیدا کرتا ہے اور بعض اوقات جہر میں ذکر کا اظہار۔ دونوں طرح کا ذکر جائز ہے بشرطیکہ ریا نہ ہو۔[15]

صوفیوں کے دل اللہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کی انتہائی گہری محبت سے بھرے ہوتے ہیں، شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا دل بھی رسول اللہ ﷺ کی محبت سے بھرا ہوا تھا۔[16]

ذاکرین کی فضیلت

اللہ کا ذکر کرنے والوں کو حضورِ قلب، جمعیت ذوق و شوق حاصل ہوتا ہے، اسی طرح اللہ جل جلالہ ذاکرین کا تذکرہ اس جماعت میں کرتے ہیں جو اللہ کے مقرب ہوتے ہیں، حضرت اَبو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت اَبو سعید رضی اللہ عنہ سے منقول ایک روایت میں اس کا تذکرہ ملتا ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

«لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمِ السَّكِينَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ»[17]

جب کوئی جماعت اللہ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھتی ہے تو فرشتے اس جماعت کو گھیر لیتے ہیں، اور ان پر رحمت کے آثار و انوار چھا جاتے ہیں۔ اور ان پر اس وقت نورانیت اور طمانیت چھا جاتی ہے، اور اللہ ان لوگوں کا ذکر ان کے سامنے کرتا ہے جو اللہ کے بارگاہ میں اللہ کے مقرب ہوتے ہیں۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ ذکر کرنے والے ذکر کے شوق کی بدولت اللہ کا قرب جلدی پا لیتے ہیں، اور اللہ ان کے بوجھوں کو ان سے جلدی اٹھا لیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَسِيرُ فِي طَرِيقِ مَكَّةَ فَمَرَّ عَلَى جَبَلٍ يُقَالُ لَهُ: جُمْدَانُ فَقَالَ: «سِيرُوا هَذَا جُمْدَانُ سَبَقَ **الْمُفَرِّدُونَ**» . قَالُوا: وَمَا الْمُفَرِّدُونَ؟ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: «**الذَّاكِرُونَ الله كثيرا وَالذَّاكِرَات**»[18]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کہ آپ مکہ کے راستے پر چل رہے تھے آپ کا گزر ایک پہاڑ پر سے ہوا جسے **جُمدان** کہتے ہیں آپ نے فرمایا 'چلو اور تیز چلو یہ جُمدان پہاڑ ہے کہ **اکیلے چلنے والے** آگے گزر گئے، لوگوں نے کہا یا رسول اللہ اکیلے چلنے والے کون لوگ ہیں؟ فرمایا **کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والی عورتیں** آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ان کا ذکر الٰہی کرنا ان کے بوجھوں کو ان پر سے ہٹا دیتا ہے تو یہ لوگ قیامت کے دن بالکل ہلکے پھلکے آئیں گے۔

یہاں حدیث میں لفظ مفردون (مُفَرَّدُوْن- مُفَرِّدُوْن) را پر شد کے ساتھ زبر اور زیر دونوں پڑھی گئی ہیں۔ اسی طرح (مُفْرَدُوْن- مُفْرِدُوْن) ف کے سکون اور را پر زبر اور زیر دونوں **بغیر تشدید** کے بھی پڑھے گے ہیں۔ اس لفظ کا مطلب ہے **اکیلے چلنے والے**۔ مکمل جملہ (سَبَقَ المفردون) کا ترجمہ ہوگا کہ "اپنے آپ کو لوگوں سے الگ رکھنے والے سب سے آگے چلے گئے"۔

دراصل واقعہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کی معیت میں کسی سفر سے واپس مدینہ منورہ تشریف لا رہے تھے جب صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت مدینہ منورہ کے قریب پہنچی تو انہیں اپنے وطن اور اپنے اہل و عیال میں پہنچنے کا شوق پیدا ہوا۔ یہ جماعت دوسرے لوگوں سے

جدا ہو گئی اور بڑے شوق اور ذوق سے اپنی جگہوں پر پہنچ گئی اور ایک دوسری جماعت جس میں شوق اور نشاط نہ تھا وہ پیچھے رہ گئی تو حضور نبی کریم ﷺ نے اس پیچھے رہنے والی جماعت سے فرمایا چلو اور تیز چلو کہ منزل نزدیک آگئی ہے اور اکیلے چلنے والے باقی لوگوں سے سبقت لے گئے ہیں۔

اس موقع پر لوگوں نے سوال کیا کہ اکیلے چلنے والے لوگ کون ہیں؟ اس سوال کا مقصد ان مخصوص افراد کی حقیقت اور ماہیت کو جاننا تھا۔ چونکہ صحابہ کرام انہیں جانتے تھے، اس لیے وہ تیز چلنے والوں کی بات نہیں کر رہے تھے، بلکہ حضور ﷺ نے ان کی اصل حقیقت کی وضاحت فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اکیلے چلنے والے وہ مرد و عورتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرتے ہیں، یعنی وہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ کو ہر چیز سے جدا کر کے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو عبادت اور خلوت میں اللہ کے ذکر کے لیے مخصوص ہو گئے، مخلوق سے الگ ہو کر گوشہ تنہائی اختیار کیا، دنیاوی اسباب اور نفسانی خواہشات کو ترک کر دیا، حتیٰ کہ دوستوں کی صحبت سے بھی کنارہ کشی اختیار کی، اور صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔

ذاکرین مجاہدین سے بھی افضل

اس باب کی دوسری فصل میں ذاکرین کی فضیلت کا تذکرہ ہے۔ وہ مقامات جہاں آپ ﷺ نے صحابہ سے مختلف سوالات کیے اور پھر نبی کریم ﷺ نے ان کے جواب میں اہلِ ذکر / ذکر کی مجالس، ذکر کے فوائد اور ذکر نہ کرنے کے نقصانات / اثرات کا تذکرہ کیا ہے۔ حضرت ابو درداؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ہماری توجہ حاصل کرنے کے لئے ہمیں فرمایا:

«أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ؟ وَأَرْفَعِهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ؟ وَخَيْرٍ لَكُمْ مِنْ إِنْفَاقِ الذهبِ والوَرِقِ؟ وخيرٍ لكم مِنْ أَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ؟» قَالُوا: بَلَى قَالَ: «ذِكْرُ اللَّهِ»»[19]

کہ کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جو:

1. اللہ کے ہاں سب سے پاکیزہ عمل کہلاتا ہے۔
2. جس عمل سے تمہارے درجے سب سے بلند ہوں گے۔
3. جو عمل تمہارے لیے سونا اور چاندی خرچ کرنے سے بھی بہتر ہے۔
4. جو عمل جہاد فی سبیل اللہ سے بھی افضل ہے۔
5. جو عمل اپنی جان اللہ کی راہ میں فدا کرنے سے بھی بہتر ہے۔

صحابہ ؓ نے فرمایا جی ضرور، تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ عمل اللہ جل جلالہ کا ذکر ہے۔ یعنی وہ تمام اعمال جن کے ذریعے انسان اللہ کا قرب حاصل کرتا ہے، ذکر کرنا ان تمام اعمال سے افضل و اولیٰ قرار دیا گیا ہے یہاں تک کہ تم جہاد کے میدان میں اپنے دشمنوں سے بھی ٹکراؤ۔

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر جہاد فرض نہ ہو، تو اللہ جل جلالہ کے ذکر میں مشغول رہنے والے افراد کو اللہ جل جلالہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں پر فضیلت حاصل ہے۔ یعنی ایسے حالات میں جب جہاد فرضِ عین نہ ہو، ذکرِ الٰہی کی مشغولیت کو اللہ جل جلالہ کے ہاں بہت بلند مقام حاصل ہے اور اس کی فضیلت مجاہدین پر بھی غالب آتی ہے۔

لوگوں میں سب سے بہتر

حضرت عبد اللہ بن بسر ؓ سے ایک حدیث نقل ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک اعرابی حاضر ہوا اور سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ، کہ کون سا شخص سب سے افضل ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا «طُوبَى لِمَنْ طَالَ عُمْرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ»، کہ وہ شخص سب سے اچھا ہے کہ جس کی عمر لمبی ہو اور کام نیک ہوں۔ پر اس اعرابی نے سوال کیا کہ یَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ کہ کون سا عمل

سب سے افضل ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا «ان تُفَارِقَ الدُّنْيَا وَلِسَانُكَ رَطْبٌ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ» کہ جب تو اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے پاس حاضر ہو تو تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر (اللہ کا ذکر جاری) ہو۔[20]

اس حدیث میں زبان کے تر ہونے سے مراد ہے کہ زبان پر اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا ذکر بڑی سہولت اور روانی سے جاری ہو، جیسا کہ خشک زبان چلنے میں دقت محسوس کرتی ہے، یا زبان کے تر ہونے سے اس جانب بھی اشارہ ہے کہ موت کے قریب اس کی زبان پر مسلسل ذکر جاری ہو اور زبان ذکر سے نہ رکی ہو، اور خشک نہ ہوئی ہو کہ اس سے پہلے موت آجائے۔

ذکر کی مجالس جنت کے باغات

حضرت انس رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوا کہ جب تم جنت کے باغات کے پاس سے گزرو تو وہاں سے چر لیا کرو، یعنی وہاں سے کچھ حصہ ضرور لے لیا کرو۔ جب صحابہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ نے جنت کے باغات کے بارے میں پوچھا کہ وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ؟ کہ ریاض الجنت سے کیا مراد ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ **حلق الذّکر** یعنی ذکر کے حلقے ہیں۔

یعنی ایسی مجالس جہاں لوگ جمع ہوں، اور ذکرِ خدا کرتے ہوں، اس لیے کہ ذکر کی ایسی مجلسیں بندے کو جنت تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں، یا ایسی مجالس سے تمہیں وہ ذوق اور حضور نصیب ہو گا جو جنت کی نعمتوں کے ذائقے کی طرح ہو گا، اور اس کے نمونے کی مانند ہو گا۔ شیخ دہلوی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امر کی دلیل ہے کہ ذکر کے لیے حلقے بنانا مشروع ہے۔[21]

ذکر کے بغیر کوئی لمحہ نہ گزرے

مشکاۃ المصابیح میں ایک حدیث میں مذکور ہے کہ انسان اپنی ہی مجلس میں اور ہر لمحے میں اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے ذکر میں شغول رہے، کیوں کہ انسان کا خود کو ہر لمحے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے ذکر میں شغول رکھنا اس کے لیے ہی فائدہ کا سبب ہے۔

> «وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ قَعَدَ مَقْعَدًا لَمْ يَذْكُرِ اللَّهَ فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللَّهِ تِرَةٌ وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعًا لَا يذكر الله فِيهِ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ اللَّهِ تِرَةٌ» [22]
>
> رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی مجلس میں بیٹھے اور اس میں اللہ کا ذکر نہ کرے تو اس پر اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی جانب سے حسرت اور نقصان ہے، اور جو آدمی پہلو پر نیند کرے، مگر اس میں اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا ذکر نہ کرے تو اسے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی جانب سے حسرت اور نقصان لاحق ہوتا ہے۔

شیخ دہلوی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ فرماتے ہیں کہ بندے کو چاہئے کہ ہر حال میں اپنی نشست و برخاست میں، نیند اور بیداری کی حالت میں شب و روز اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے ذکر میں مشغول رہے، کیوں کہ جو وقت اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے ذکر سے خالی گزرے گا، قیامت کے دن بندے کو اس پر بڑی حسرت اور ندامت لاحق ہو گی۔

یہی حدیث اس امر کی بھی دلیل ہے کہ جب صوفیا بیعت کے ذریعے کسی کو اپنے سلسلے میں داخل کرتے ہیں تو اس کو تلقین کرتے ہیں کہ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے یہ تصور کریں کہ میرا دل کرتا ہے 'اللہ - اللہ'۔

اسی طرح کا مضمون **مشکاۃ المصابیح** کی دیگر احادیث میں بھی وارد ہوا ہے۔ جس میں ذکر ہے کہ مجلس میں ذکر نہ کرنا / ذکر کے بغیر مجلس ختم کرنے سے کیا نقصانات ہوتے ہیں۔

1. لوگ مجلس میں بیٹھیں، دنیا کی باتوں میں مشغول رہیں، اور اٹھ کر چل پڑیں، ان کی مثال ایسے لوگوں کی ہے جو گدھے کے پاس بیٹھے ہوں اور پھر اچانک سے اٹھ کھڑے ہوں۔ یعنی جو مجلس اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے ذکر سے خالی ہو وہ نحوست اور خرابی میں مردار گدھے کے بدبو جیسی ہے۔[23]

2. اگر کسی مجلس میں اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا ذکر نہ ہو تو ممکن ہے کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ اس مجلس کے شرکاء کو عذاب میں مبتلا کرے۔[24]

3. انسان کی ہر مجلس اور اس مجلس میں گفت گو اس پر بوجھ ہو گی اور نامہ اعمال میں بطور گناہ میں درج ہو گی۔ ہاں اگر ایسی مجلس ہو کہ اس میں نیکی کا تذکرہ ہو، یا برے کام سے روکا ہو، یا اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا ذکر کیا ہو تو وہ مجلس اس کو فائدہ دے گی۔ اس حدیث میں مباح گفت گو سے بھی منع کیا جارہا ہے، ممکن ہے کہ یہ گفت گو اس کے لیے دنیا و آخرت میں اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی پکڑ کا سبب بن جائے۔[25]

4. اسی طرح ایک حدیث میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ ذکر کے علاوہ کوئی کام زیادہ مت کیا کرو، کیوں کہ اس طرح بلاوجہ بولتے رہنا دل کو سخت کر دیتا ہے۔ یقینا اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ سے زیادہ دور وہ دل ہو گا جو سخت ہو، یعنی ذکر باری تعالیٰ سے خالی ہو۔[26]

ان تمام احادیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انسان کا انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر مجالس میں ذکر الٰہی میں مشغول رہنا دنیا و آخرت کے اعتبار سے فائدہ مند ہے۔ اس طرح سے انسان اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے قریب ہوتا ہے، اس کا دل نرم ہوتا ہے، معرفتِ الٰہی حاصل ہوتی ہے، حسنات کو اپناتا اور رزائل سے محفوظ رہتا ہے۔

ذکر اللہ اور مجالسِ ذکر کی فضیلت

مشکاۃ المصابیح میں **بَابُ ذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالتَّقَرُّبِ إِلَيْهِ** کی تیسری فصل میں نو احادیث ذکر ہیں۔ جن میں ذکر اللہ اور مجالسِ ذکر کی فضیلت کا تذکرہ ہے۔

حضرت عبد اللہ بن بسر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے نقل ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم شریعت اسلامیہ کے احکام مجھ پر بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔ تو آپ مجھے ایسی چیز کے بارے میں مطلع کریں کہ جسے میں اپنے پنجے سے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لوں تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

«لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا بِذِكْرِ اللَّهِ»[27]

یعنی تیری زبان ہر لمحے اللہ کے ذکر سے تر رہنی چاہیے۔

ایک مجلس میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پوچھا گیا کہ قیامت کے روز اللہ کے نزدیک بندوں میں سب سے افضل اور درجے کے لحاظ سے سب سے بلند کون سا بندہ ہو گا، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «الذَّاكِرُونَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتُ» یعنی کثرت سے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا ذکر کرنے والے مرد اور کثرت سے اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا ذکر کرنے والی عورتیں، اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے نزدیک سب سے افضل درجے پر ہوں گے، اس پر صحابہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم نے پوچھا کہ ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں جہاد کرنے والے مرد اور عورتوں سے بھی افضل ہوں گے؟ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

«لَوْ ضَرَبَ بِسَيْفِهِ فِي الْكُفَّارِ وَالْمُشْرِكِينَ حَتَّى يَنْكَسِرَ وَيَخْتَضِبَ دَمًا فَإِنَّ الذَّاكِرَ لِلَّهِ أَفْضَلُ مِنْهُ دَرَجَةً»[28]

اگر فی سبیل اللہ جہاد کرنے والے کفار و مشرکین کو اپنی تلوار سے اتنا ماریں کہ ان کی تلواریں ٹوٹ جائیں تب بھی اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا ذکر کرنے والا جہاد کرنے والے سے ایک درجہ اوپر ہی ہو گا۔

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے ایک حدیث نقل ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ

«الشَّيْطَانُ جَاثِمٌ عَلَى قَلْبِ ابْنِ آدَمَ فَإِذَا ذَكَرَ اللَّهَ خَنَسَ وَإِذا غفَلَ وسوس»[29]

شیطان ابنِ آدم کے دل پر چمٹ کر بیٹھا رہتا ہے، جب بندہ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان دل سے جُدا ہو جاتا ہے اور جب وہ ذکر سے غافل ہوتا ہے تو وسوسہ اندازی شروع کر دیتا ہے۔

یعنی بندہ جب اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کے ذکر سے غافل اور بے خبر رہتا ہے تو شیطان دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا رہتا ہے۔

اس حدیث کی تشریح میں شیخ دہلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے اہم الفاظ کی تشریح کی ہے، فرمایا کہ حدیث میں لفظ **(جاثم)** کسی چیز کے ساتھ اس طرح

چمٹ جانا کہ اگر وہ چیز اس سے جدا نہ ہو تو وہ حرکت نہ کر سکے، اسی طرح قاموس المحیط میں ہے کہ انسان یا جانور کا زمین پر اپنا سینہ رکھ کر چمٹ جانا، اور یہی چمٹا ہوا جب پیچھے ہٹتا ہے تو اس کے لیے حدیث مبارکہ میں لفظ (خنس) آیا ہے۔ جس کا معنٰی یہ ہے کہ جب انسان ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوتا ہے تو اس کے دل سے چمٹا ہوا شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے، اور جیسے ہی انسان ذکرِ الٰہی سے غافل ہوتا ہے تو شیطان دوبارہ اس کے دل کے ساتھ چمٹ جاتا ہے اور اس کے دل میں وسوسے اور برے خیالات ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔ اور برے خیالات کے لیے حدیث مبارکہ میں لفظ (وسواس) استعمال کیا گیا ہے، جس کا معنٰی ہے دل میں برے خیالات ڈالنا۔[30]

ذکر کرنے اور نہ کرنے والوں میں فرق

حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ سے نقل ہے، فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

أ. غافل لوگوں میں اللہ کا ذکر کرنے والا انسان ایسا جیسے بھاگ جانے والوں کے پیچھے دشمن کا مقابلے میں ڈٹ کر لڑنے والا۔

ب. اللہ کا ذکر کرنے والے کی مثال خشک درخت میں سے سرسبز شاخ کی طرح ہے،

ج. غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والوں کی مثال اندھیرے گھر میں روشن چراغ کی طرح ہے۔

د. غافل لوگوں میں اللہ کا ذکر کرنے والے انسان کی اللہ تعالیٰ اتنی مقدار میں مغفرت کرتا ہے جتنی تعداد دنیا میں پھیلے ہوئے انسانوں اور تمام حیوانات کی ہے۔[31]

ذکر کے ذریعے اللہ کے عذاب سے نجات

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

«مَا عَمِلَ الْعَبْدُ عَمَلًا أَنْجَى لَهُ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ.»[32]

بندے کو سب سے زیادہ بڑھ کر جس عمل کے ذریعے اللہ کی پکڑ سے نجات ملتی ہے، وہ اللہ کا ذکر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

«أَنَا مَعَ عَبْدِي إِذَا ذَكَرَنِي وتحركت بِي شفتاه»[33]

میرا بندہ جب میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، جب تک اس کے دونوں ہونٹ ذکر کی وجہ سے حرکت کر رہے ہوتے ہیں۔

اس سے مراد یہ ہے کہ ذاکر انسان کے دل و دماغ دونوں ذکر میں مصروف ہوتے ہیں اور یہ افضل حالت ہے۔ اس حدیث سے ذکر کی دونوں صورتیں یعنی ذکر باللسان اور ذکر بالقلب دونوں ثابت ہوتی ہیں۔

اس باب کی آخری حدیث میں بھی گزشتہ تمام روایات کا مضمون ملتا ہے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے:

«لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةٌ وَصِقَالَةُ الْقُلُوبِ ذِكْرُ اللَّهِ وَمَا مِنْ شَيْءٍ أَنْجَى مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ» قَالُوا: وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؟ قَالَ: «وَلَا أَنْ يَضْرِبَ بِسَيْفِهِ حَتَّى يَنْقَطِعَ»[34]

ہر چیز کے لیے اس کے اوپر سے زنگ اور میل دور کرنے کے لیے ایک چیز ہوتی ہے، اور دل کا زنگ دور کرنے والی چیز اللہ جل جلالہ کا ذکر ہے۔ اور اللہ جل جلالہ کے عذاب سے زیادہ نجات دینے والا اللہ جل جلالہ کے ذکر کے علاوہ کچھ اور نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں تو فرمایا نہیں، چاہے مجاہد اپنی تلوار اس قدر چلائے کہ اس کی تلوار بھی ٹوٹ جائے۔

مشائخ طریقت کے ہاں ذکر کی اقسام

مشائخ طریقت کے ہاں بھی ذکر کی دو اقسام ہیں، ذکر قلبی اور ذکر لسانی، اور ذکر قلبی ذکر لسانی سے افضل اور اقویٰ ہے۔ ذکر قلبی کو نسیان کے مقابلہ پر رکھتے ہوئے قرآن مجید کی آیت سے ثابت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان{وَاذْكُرْ رَبَّكَ إِذَا نَسِيتَ} [35]۔ طلاق اور آزادی پر اس کو قیاس کرنا درست نہیں ہے، جیسا کہ دیگر لوگ کرتے ہیں، وہ اس لیے کہ ان دونوں پر حکم کا اطلاق تو زبان سے ادا کیے بغیر ہو بھی نہیں سکتا۔ بعینہ یہ صورت قراءۃ یا پڑھنے کے ساتھ تو لا گو ہوتی ہے، ذکر کرنے کے ساتھ نہیں ہوتی۔ ممکن ہے کہ یہاں انہوں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ شریعت میں ذکر اور دعاؤں میں جو کچھ سمجھا جاتا ہے وہ اس کے فضائل ہیں، جیسے کہ نماز کے بعد کے اذکار، اور دعاؤں اور ان کی پسندیدگیوں میں ان کا ثواب اس طرح نکلتا ہے کہ تلفظ سے روح کو سکون ملتا ہے۔ کسی چیز کا سننا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی طرف الجزاری رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ (**الحصن الحصین**) سے معلوم ہوتے ہیں اور جہاں تک دل میں ذکر نہیں ہوتا اسے ذکر کہتے ہیں اور اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ یہ تمام امور محلِ نظر ہیں۔

اسی بات کو مزید بڑھاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ صوفیا نے کہا کہ ذکر صرف خدا کی حمد، تسبیح اور تہلیل تک محدود نہیں ہے، بلکہ ہر وہ شخص جو اللہ جل جلالہ کا فرمانبردار ہے، وہ اپنے عمل کے ذریعے اللہ جل جلالہ کا ذکر کر رہا ہے، اور یہی ذکر سب سے بہتر ہے۔ البتہ سب سے افضل ذکر حدیث میں بھی کہا گیا ہے کہ «أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ» [36] اور اسی سے مشائخ طریقت نے ان فوائد اور نتائج کا انتخاب کیا جو کہ اس معاملے کے ذمہ داروں کو معلوم ہیں۔

اس باب میں وارد احادیث اور دیگر روایات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اللہ جل جلالہ کے ذکر، تسبیح، حمد اور تکبیر کے لیے مسلمانوں کا اکٹھا ہونا باعثِ فضیلت ہے۔ بظاہر یہ سب ایک ہی ذکر پر مجتمع ہوتے ہیں، لیکن اگر ہر شخص الگ الگ ذکر میں مشغول ہو تو باوجود اس کے کہ وہ ایک جگہ جمع ہیں، ان کا جدا جدا ذکر کرنا غیر ضروری اور مقصدِ اجتماع کے خلاف ہے۔ اسی طرح اگر ذکرِ جہری کے لیے لوگ اکٹھے ہوں اور ہر ایک الگ الگ آواز میں ذکر کرے تو یہ عمل ذکرِ الٰہی کے آداب کے منافی اور بے ادبی کے زمرے میں آ سکتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ خواہ ذکر اجتماعی ہو یا انفرادی، ہر صورت میں اس کے آداب اور شرائط کا لحاظ رکھا جائے۔ علم کو ذکر کے ساتھ محض برکت کے حصول یا ظاہری مقصد کے لیے ملانا، یا اللہ جل جلالہ کی توحید اور صفات کے ذکر کے دوران تسبیح، تکبیر اور تحمید کی تشریحات کو دور از کار قرار دینا درست نہیں۔ شریعت کا تقاضا ہے کہ نصوص کو ان کے ظاہری معانی پر ہی محمول کیا جائے، جب تک کہ کوئی قوی دلیل اس کے برخلاف نہ ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ ذکرِ الٰہی کے اجتماع میں ادب، یکسوئی اور شریعت کے اصولوں کی مکمل پاسداری ضروری ہے، تاکہ ذکر کا مقصد اور اس کی روح برقرار رہے۔

ذکر بالجہر بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین سے ثابت ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان:

> ذکر بالجہر بغیر کسی شک کے درست ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ومن ذكرني في بلاء (اور جو مجھے زبانی یاد کرے گا)۔ [37]

اس حدیث میں ذکر کا معنیٰ یاد کرنا ہے ہیں، یعنی وہ مجھ پر درود پڑھتے ہیں۔

> اسی طرح ذکر کا لفظ قرآن مجید میں اس طرح آیا ہے:{كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا} [38] "تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ"۔

اس آیت کے میں لفظِ ذکر بھی یاد کرنے کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

اسی طرح حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں نہیں جانتا تھا کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نماز پڑھنا

چھوڑ دیں گے سوائے ذکر کے"۔

یعنی نبی کریم ﷺ کے دور میں لوگ ذکر کرنا چھوڑ دیتے تھے، لیکن نماز پڑھنا کسی صورت میں نہیں چھوڑتے تھے۔ اس حدیث کو شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے امام بخاری کی جانب منسوب کیا ہے، لیکن یہ حدیث دستیاب نہ ہو سکی۔

نبی کریم ﷺ نے مختلف مقامات پر ذکر اور دعائیں بلند آواز سے بھی کیں اور اجتماع میں بھی کیں۔ البتہ مخصوص صورتوں میں بلند آواز سے ذکر اور اجتماع مستند تو ہے، لیکن اس پر یہ باقاعدہ دلیل نہیں ہے کہ مجالسِ ذکر منعقد کی جائیں۔ مختلف کیفیات کے امکانات کو باقی رکھا گیا ہے۔ بہر حال جو شخص ان صورتوں کے مختلف معانی کو جانچتا ہے تو یہی سمجھتا ہے کہ کسی بھی حالت کی عمومی اجازت ہے۔ جب کوئی شخص کسی خاص حالت کو دیکھتا ہے تو وہ اس خاص کیفیت اور حالت کو ہی محدود رکھتا ہے۔ پہلی صورت کہ کسی بھی حالت اور کیفیت کے اعتبار سے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے معاملہ کرنا مقاصدِ شریعہ کے زیادہ موافق ہے۔ بہر حال جو صوفیا ذکرُاللہ کرنے کے لیے جماعت / اجتماع کے قائل ہیں وہ حدیث «حِلَقُ الذِّكْرِ»[39] کے مفہوم کو سامنے رکھتے ہیں۔

البتہ علامہ القشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں کہ ذکر خفی بندہ اور مالک کے درمیان خفیہ ہوتا ہے۔ «الذکر الخفي لا يرفعه الْمَلِك لأنه لا اطلاع لَهُ عَلَيْهِ فَهُوَ سر بَيْنَ العبد وبين الله عز وجل»[40]

اللہ جل جلالہ کا قرب حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ اللہ جل جلالہ کا ذکر کرنا ہے، اس میدان میں تمام دارومدار اسی پر ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ دائمی ذکر کے بغیر اللہ جل جلالہ تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ اسی سلسلے میں اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا﴾[41]

اے ایمان والو اللہ کو بہت زیادہ یاد کیا کرو۔

حضرت اَبو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ أَعْمَالِكُمْ وَأَزْكَاهَا عِنْدَ مَلِيكِكُمْ؟ وَأَرْفَعِهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ؟ وَخَيْرٍ لَكُمْ مِنْ إِنْفَاقِ الذهبِ والوَرِقِ؟ وخيرٍ لكم مِنْ أَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّكُمْ فَتَضْرِبُوا أَعْنَاقَهُمْ وَيَضْرِبُوا أَعْنَاقَكُمْ؟» قَالُوا: بَلَى قَالَ: «ذِكْرُ اللَّهِ» ۔[42]

"کیا میں تمہیں تمہارے بہترین عمل کے بارے میں نہ بتاؤں جو کہ تمہارے مالک کے ہاں اجر کے لحاظ سے زیادہ بڑھنے والا، تمہارے بلند درجات کا باعث بننے والا، تمہارے لیے سونے، اور چاندی کے خرچ کرنے سے بہتر اور تمہارے لیے دشمن سے ایسا جہاد کرنے سے بہتر جس میں تم ایک دوسرے کی گردنیں اڑاؤ؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، کیوں نہیں! ضرور بتائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا ذکر۔"

تسبیح و تحمید کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "أَوَّلُ مَنْ يُدْعَى إِلَى الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يَحْمَدُونَ اللَّهَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ" "قیامت کے روز سب سے پہلے ان لوگوں کو جنت کی طرف بلایا جائے گا جو خوشحالی اور تنگ حالی میں اللہ جل جلالہ کی حمد بیان کرتے ہیں۔ "یعنی ان کی زندگی میں کوئی بھی حال آئے وہ ہر حال میں اللہ کو یاد رکھتے ہیں۔[43]

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«"لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى لَا يُقَالَ فِي الْأَرْضِ: اللَّهُ اللَّهُ ". وَفِي رِوَايَةٍ: " لَا تَقُومُ السَّاعَةُ عَلَى أَحَدٍ يَقُولُ: اللَّهُ الله ".»[44]

"جب تک زمین پر اللہ اللہ کہا جائے گا قیامت قائم نہیں ہو گی۔" ایک دوسری روایت میں ہے: "کسی ایک پر قیامت قائم نہیں ہو گی جب تک وہ اللہ اللہ کہتا ہو۔"

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ نے (حتى لا يقال في الأرض: الله الله) کی تشریح میں (الله الله) کے اعراب کی تین صورتیں ذکر کر رہے ہیں:

1. اللّٰهُ اللّٰهُ دونوں پر رفع پڑھا جائے، اس صورت میں پہلا لفظ مبتدا اور دوسرا خبر ہوگا، اس پر أنه المعبود اور المعبود هو دونوں طرح پڑھا جا سکتا ہے۔
2. اللّٰهَ اللّٰهَ دونوں پر نصب پڑھا جائے تو عامل (احذروا الله واعبدوه) محذوف مانا جائے گا۔
3. اللّٰهْ اللّٰهْ دونوں جزم پڑھا جائے تو اس صورت میں یہ احتمال کیا جا سکتا ہے کہ وہ طریقہ مراد ہے جو حالتِ ذکر میں ہوتا ہے۔ اور یہی صورت ہے کہ عالَم کی بقا ذکر کی برکت سے ہے، اور جب ذکر باقی نہیں رہے گا تو برکت بھی اٹھ جائے گی۔[45]

مشكوة المصابيح میں مصنف نے باب ذکر الله عزوجل والتقرب إليه کے ذیل میں تین فصول ذکر کی ہیں، ان فصول میں چھبیس (26) احادیث ذکر کی ہیں۔ اس موقع پر اس باب میں سے صرف ان ابحاث کو ذکر کیا جائے گا جہاں موضوعِ تحقیق سے متعلق بحث کی جائے گی۔ پہلی فصل میں آٹھ احادیث ذکر ہیں۔ پہلی حدیث میں ذکر کے حلقے اور ان کی اہمیت اور فضیلت کا ذکر کیا ہے کہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ رضي الله عنهما قَالَا: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: «لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ»[46]

کہ جہاں کہیں لوگ اللہ جل جلالہ کا ذکر کر رہے ہوتے ہیں، اللہ جل جلالہ کے فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں، انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے، ان پر سکون نازل ہوتا ہے اور اللہ جل جلالہ اپنے فرشتوں کے ہاں ان کا تذکرہ فرماتا ہے۔

اس حدیث کی تشریح میں شیخ دہلوی رحمۃ اللہ (إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ) کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ فرشتے ان کا احاطہ کر لیتے ہیں اور اس ذکر کی مجلس کے دوران جو نور، دل کی حضوری اور سکونِ قلب کی کیفیت ہوتی ہے وہ سب اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ اس وقت اس مجلس سے استفادہ کے لیے اللہ کے فرشتے موجود ہوتے ہیں۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ (وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ) اس بارے میں شیخ دہلوی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ ذاکرین کا تذکرہ ان فرشتوں میں کرتے ہیں جو اللہ جل جلالہ کے مقرب ہیں۔ تا کہ اللہ جل جلالہ انہیں بتائیں فرشتے جو یہ کہا کرتے تھے کہ ہم سے بڑھ کو کون آپ کی عبادت کرے گا، یہ انسان تو زمین میں خون اور فساد برپا کرے گا۔ تو دیکھ لیں کہ میرے بندے کس شوق اور لگن سے میرے ذکر میں مگن ہیں، اور میری جانب متوجہ ہیں۔[47]

مشکاۃ المصابیح کے اس باب کی دوسری حدیث میں جُمْدَانُ اور الْمُفَرِّدُونَ کا کہہ کر ذکر کرنے والے مرد اور عورتوں کا تذکرہ کیا۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَسِيرُ فِي طَرِيقِ مَكَّةَ فَمَرَّ عَلَى جَبَلٍ يُقَالُ لَهُ: جُمْدَانُ فَقَالَ: «سِيرُوا هَذَا جُمْدَانُ سَبَقَ الْمُفَرِّدُونَ» . قَالُوا: وَمَا الْمُفَرِّدُونَ؟ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ: «الذَّاكِرُونَ الله كثيرا وَالذَّاكِرَات» .[48]

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی جانب سفر میں تھے، آپ جُمدان نامی پہاڑ کے پاس سے گزرے تو فرمایا: چلتے جاؤ یہ جمدان ہے۔ پھر فرمایا: مفردون بازی لے گئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ مفردون کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ جل جلالہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔"

اس حدیث میں وارد ہونے والے الفاظ میں سے جُمْدَانُ کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ دہلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ جیم کی پیش اور میم کی جزم کے ساتھ ہے، اور یہ مدینہ منورہ میں موجود ایک پہاڑی ہے۔

اسی طرح الْمُفَرِّدُونَ کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب «مشارق الأنوار علی صحاح الآثار» میں لکھتے ہیں کہ هو بفتح الفاء وكسر الراء، كذا ضبطناه۔[49] الْمُفَرِّدُونَ-ف-کی زبر اور-ر-کی زیر کے ساتھ وارد ہوا ہے اور یہ تلفظ ایسے ہی پہنچا ہے۔

اسی طرح المفردون کی تشریح میں شهاب الدين التُّورِبِشْتِي رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 661ھ) کی کتاب الميسر في شرح مصابيح السنة سے نقل کرتے ہیں کہ لفظ الْمُفَرِّدُونَ -ر مشدد کی زیر کے ساتھ- الْمُفَرَّدُونَ -ر مشدد کی زبر کے ساتھ-دونوں صورتوں میں پڑھا جا سکتا ہے۔ اگرچہ یہاں صیغے کی ادائیگی میں اعراب مختلف ہے لیکن دونوں صورتوں میں معانی قریب قریب ہیں۔ اس صورت میں اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ جو اللہ جل جلالہ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں، اللہ جل جلالہ کی یاد میں لوگوں سے جدائی اختیار کرتے ہیں اور ان سے الگ ہو جاتے ہیں، دنیا سے کٹ کر اللہ جل جلالہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ذکر اللہ ان کا ہتھیار ہے، چنانچہ انہوں نے دوستوں کو چھوڑا، اسباب کو ترک کیا اور اپنے نفوس کو تعلقات سے پاس کر کے اللہ جل جلالہ کے لیے خاص کیا۔ اپنے دوستوں اور ساتھیوں سے الگ ہو گئے، اور نفسانی خواہشات سے بچ گئے، اور یہی وہ لوگوں سے علیحدگی کا مقام ہے جس کی جانب اللہ جل جلالہ نے فرمایا: {وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا}[50]۔

الْمُفَرِّدُونَ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مفردون سے مراد وہ موحد اور توحید پرست ہیں جنہیں اللہ جل جلالہ کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا، وہ مانتے ہیں کہ اللہ ایک ہے، اور وہ مکمل طور پر اس کے لیے وقف ہیں۔ اسی بارے میں أبو الفضل، عیاض بن موسی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب **مشارق الأنوار علی صحاح الآثار** سے ابن الاعرابی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

«قَالَ ابْن الْأَعرَابِي يُقَال فَرَّدَ الرجل مشدد الرَّاء إِذا تفقه وَاعْتَزل النَّاس وخلا بمراعاته الْأَمر وَالنَّهْي»[51]

ابن الاعرابی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ فَرَّدَ الرجل کہ 'ر' کی شد کے ساتھ تب کہا جاتا ہے جب کوئی شخص علم حاصل کرے، اور لوگوں سے الگ ہو جائے، امر و نہی کی رعایت کرتے ہوئے زندگی بسر کرے۔ اس کے معانی کے سلسلے میں وارد تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ کی عبادت کے لیے لوگوں سے دور رہنا[52]۔

مشکاۃ المصابیح کے اس باب کی تیسری حدیث میں ذکر کرنے اور ذکر نہ کرنے والے کو زندہ اور مردہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: «مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّت»[53]

"حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جو اپنے رب کا ذکر کرتا ہے وہ زندہ کی طرح ہے اور وہ شخص جو ذکر نہیں کرتا مردہ کی طرح ہے۔"

اس حدیث کی تشریح میں ذکر کرنے والے اور ذکر نہ کرنے والے کو (مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّت) کہہ کر ذاکر اور غیر ذاکر کو زندہ اور مردہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ روحانی آثار یعنی معرفت، ذوق، اور شوق کا ذکر اور عدمِ ذکر میں ظاہر ہونا اسی طرح ہے جس طرح جسمانی آثار کا زندہ اور مردہ میں ظاہر ہونا اور نہ ظاہر ہونا۔[54]

اسی باب کی چوتھی حدیث میں یہ ذکر کیا کہ ذاکرین کا تذکرہ اللہ جل جلالہ اپنے مقرب فرشتوں کی مجلس میں کرتا ہے۔

«وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ: "يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأٍ خير مِنْهُم»[55]

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں، جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہتر (فرشتوں

کی) جماعت میں یاد کرتا ہوں"۔

اس حدیث کی تشریح[56] میں شیخ دہلوی مشارق الأنوار علی صحاح الآثار رحمۃ اللہ علیہ (وأنا معه إذا ذكرني) میں سے (معه) کی وضاحت کی ہے کہ معیت ان میں سے کسی بھی حال سے خالی نہیں ہے، جیسے جزء کُل کے ساتھ، جوہر حادث کے ساتھ، موصوف صفت کے ساتھ، بھتی کے ساتھ پانی، گلاب کے پانی کے ساتھ گلاب، لفافہ اور اس میں موجود خط، دو پڑوسی، دو ساتھی۔ یقیناً یہ سب مثال کی حد تو درست ہیں، لیکن یہاں (معه) سے مراد اللہ جل جلالہ کی توفیق اور معاونت ہے کہ ذکر کرنے والے کے ساتھ اللہ جل جلالہ کی مدد ہمیشہ شامل حال رہتی ہے۔ اور یہ اس بات سے بھی کنایہ ہے کہ ذاکر جو کچھ بھی کہتا ہے تو اللہ جل جلالہ اس کی بات کو سنتا ہے، اسی طرح ذاکر کے دل میں یہ بات ہمیشہ راسخ رہتی ہے کہ اللہ جل جلالہ ہے جو اس کے ہر کام کو دیکھ رہا ہے۔ البتہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ سے متعلق ان تمام کیفات کو زبان سے ذکر نہیں کیا جا سکتا۔[57]

اس کے ساتھ ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانب منسوب ایک روایت اور ذکر کی کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ جل جلالہ سے پوچھا کہ میں آپ کو کہاں پاؤں تو اللہ جل جلالہ نے فرمایا «أَنَا جَلِيسُ مَنْ ذَكَرَنِي»[58] کہ جو کوئی میرا ذکر کرتا ہے، میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، یہاں بھی وہی معنیٰ ہے جو (معه) کے ضمن میں بیان ہوا ہے۔

اللہ جل جلالہ کا «فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي» فرمانا کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی میرا ذکر اپنے دل میں کرتا ہے تو میں بھی اس کے ثواب کو خفیہ رکھوں گا اور اس کا اجر کسی فرشتے سے بھی ظاہر نہیں ہونے دوں گا۔ یہ یقینی بات ہے کہ یہ بات اللہ جل جلالہ کی ذاتی بات ہے۔ اور اس بات کی تحقیق بھی اسی مفہوم میں کی گئی ہے۔ یہاں دونوں الفاظ کی یاددہانی ضروری ہے، کہ اللہ جل جلالہ بندے کو یاد کرے، اور اللہ جل جلالہ بندے کو اس کا اجر بھی دے۔

اسی طرح انسان کے دل میں اللہ جل جلالہ کی محبت انسان کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محبت اللہ جل جلالہ کی ایک صفت ہے، جو کہ اپنا اثر ضرور دکھاتی ہے۔ یہ تمام بحث ذکر خفی کی دلیل ہے۔

اللہ جل جلالہ کا یہ فرمانا کہ «وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خير مِنْهُم» اس میں «مَلَإٍ» کی اعرابی حالت ذکر کی کہ میم اور لام کی زبر اور اس کی واحد «الأملاء» آتی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ «مَلَإٍ» سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی قوم میں مقام و مرتبہ کے لحاظ سے سب سے بلند ہوں۔ حدیث کا یہ حصہ ذکر بالجہر کی دلیل ہے۔

یہاں «وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَإٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَإٍ خير مِنْهُم» سے یہ بھی استدلال کیا جا سکتا ہے کہ فرشتے انسانوں سے افضل ہیں۔[59]

اس باب میں ساتویں حدیث میں ذکر الٰہی کی مجلس - فرشتوں کے نزول کا باعث ہے کا ذکر ہے، یعنی جہاں اللہ جل جلالہ کا ذکر ہو وہاں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: " إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً يَطُوفُونَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُونَ أَهْلَ الذِّكْرِ فَإِذَا وَجَدُوا قَوْمًا يَذْكُرُونَ اللَّهَ تَنَادَوْا: هَلُمُّوا إِلَى حَاجَتِكُمْ " ---فَأُشْهِدُكُمْ أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ " قَالَ: " يَقُولُ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ: فِيهِمْ فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ إِنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ قَالَ: هُمُ الْجُلَسَاءُ لَا يَشْقَى جَلِيسُهُمْ ". رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

وَفِي رِوَايَةِ مُسْلِمٍ قَالَ: " إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً سَيَّارَةً فُضْلًا يَبْتَغُونَ مَجَالِسَ الذِّكْرِ فَإِذَا وَجَدُوا مَجْلِسًا فِيهِ ذِكْرٌ قَعَدُوا مَعَهُم وحفَّ بعضُهم بَعْضًا ---"قَالَ: «فَيَقُولُ وَلَهُ غَفَرْتُ هم الْقَوْم لَا يشقى بهم جليسهم»[60]

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے کچھ فرشتے ہیں جو اہل ذکر کو تلاش کرتے ہوئے راستوں میں چکر لگاتے رہتے ہیں، جب وہ کچھ لوگوں کو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے پا لیتے ہیں تو وہ ایک دوسرے کو آواز

دیتے ہیں، اپنے مقصد (اہل ذکر) کی طرف آؤ۔---فرمایا: اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ کہتے ہیں: میں نے اسے بھی بخش دیا، وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا ہم نشین محروم نہیں رہ سکتا۔"

یہ ایک طویل حدیث ہے اس میں فرشتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ اہلِ ذکر کو تلاش کرتے رہتے ہیں۔ وہ جہاں کہیں اہلِ ذکر کو پالیتے ہیں تو وہ اس پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں، اور دیگر فرشتوں کو بھی اس کی اطلاع کرتے ہیں۔ ان مجالس میں شرکت کرتے ہیں، اور جب یہ فرشتے اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ کے دربار میں حاضر ہوتے ہیں تو ان کے حال پر اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ اور فرشتوں کے درمیان مذاکرہ ہوتا ہے، فرشتے اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ کو اس کے بندوں کا حال ذکر کرتے ہیں، اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ تک ان کے شوق اور چاہت کو بتاتے ہیں۔ اس پر اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ انہیں گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ میں نے ان کی تمام خواہشات دیں، اور ان کے لیے جنت کا وعدہ کیا۔

ذکر کے حلقے

صوفیا رحمۃ اللہ علیہم کے ہاں مجالسِ ذکر اور ذکر کے حلقوں کا رواج عام ہے، جیسا کہ سابقہ ابحاث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اصل محنت انفرادی طور پر ہوتی ہے، لیکن نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی تعلیمات یہ ہیں کہ جہاں کسی کو سکھانا مقصود ہو تو وہاں بلند آواز سے بھی ذکر کیا جا سکتا ہے، اور اگر کہیں ضرورت ہو، اور سکھانا مقصود ہو تو جماعت کی صورت میں یا حلقہ لگا کر سکھایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح بسا اوقات یکسوئی حاصل کرنے کے لیے بھی حلقے لگائے جا سکتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایسی محافل کا ثبوت ملتا ہے جہاں پر ذکر اور درس و تدریس کے لیے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ **بَابُ ذِكْرِ اللهِ عزوجل وَالتَّقَرُّبِ إِلَيْهِ** کے ذیل میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرماتے ہیں کہ «"إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوا" قَالُوا: وَمَا رِيَاضُ الْجَنَّةِ؟ قَالَ: "حِلَقُ الذِّكْرِ"»[61] کہ جب تمہارا گزر جنت کے باغات کے پاس سے ہو تو وہاں سے چرلیا کرو، صحابہ نے پوچھا کہ یہ جنت کے باغات کیا ہیں، تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔

اسی طرح **بَاب الْمَسَاجِدِ ومواضع الصَّلَاة** میں ایک حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا «إِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوا» تو وہاں سے کچھ کھا پی لیا کرو، میں نے پوچھا کہ جنت کے باغات کون سے ہیں؟ تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ مساجد جنت کے باغات ہیں، پھر میں نے پوچھا کہ کیا یہاں خورد و نوش سے کیا مراد ہے؟ تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا «سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَالله أكبر»[62]

ان دونوں احادیث کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ان احادیث کی تشریح میں فرمایا کہ مساجد کو ریاض الجنۃ سے مشابہت اس لیے دی کہ اس میں ذکر کی مجالس واقع ہوتی ہیں۔ اسی طرح قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب **مشارق الأنوار على صحاح الآثار** میں (ح ل ق) کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ حلقہ 'ح' کی فتح اور 'ل' ساکن کے ساتھ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ 'ل' کی فتح کے ساتھ ہے۔ لیکن اس بارے میں پہلا قول راجح ہے۔ اور اس کی جمع 'ح' کی زیر کے ساتھ آتی ہے۔[63]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث نقل ہے جس کے آخر میں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا فرمان ہے، فرماتے ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت جو ذکر کے حلقے میں بیٹھی تھی، ان سے پوچھا کہ تمہیں کس چیز نے یہاں بٹھا رکھا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم یہاں اللہ کے ذکر کے لیے بیٹھے ہوئے ہیں، اور ہم اس بات پر اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ کی حمد و ثنا کر رہے ہیں کہ اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ نے ہمیں دینِ اسلام پر چلنے کی ہدایت عطا فرمائی، اور اسلام کی نعمت عطا فرما کر ہم پر احسان فرمایا، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا تم لوگ اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ کی قسم اٹھاتے ہو کہ تمہیں ذکر الٰہی کے علاوہ کسی چیز نے یہاں نہیں بٹھایا، لوگوں نے کہا ہم اللہ جَلَّ جَلَالَہٗ کی قسم اٹھاتے ہیں کہ ہمیں کسی چیز نے یہاں نہیں بٹھایا، تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

«"أَمَا إِنِّي لَمْ أَسْتَحْلِفْكُمْ تُهمَةً لَكُمْ، وَلَكِنَّهُ أَتَانِي جِبْرِيلُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ اللَّهَ عزَّ وجلَّ يُبَاهِي بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ".»[64]

بے شک میں نے کسی تہمت کے خدشے کی بنا پر تم سے یہ قسم نہیں لی، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور مجھے خبر دی کہ بے شک اللہ جل جلالہ تمہارے اس طرح ذکرِ الٰہی کے لیے مل بیٹھنے ساتھ فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔ اسی طرح وہ مجالس جہاں پر اللہ جل جلالہ کا ذکر نہیں کیا جاتا ان مجالس کو "گدھے کی بدبو دار لاش سے اٹھے ہوں"[65] سے تشبیہ دی ہے، اسی طرح ایسی مجلس جس میں مجلس کے شرکا اللہ جل جلالہ ذکر نہ کریں اور نہ ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں تو قیامت کے روز یہ مجلس ان کے لیے باعثِ حسرت و ندامت ہو گی۔[66]

نتائج بحث

لمعات التنقیح فی شرح مشکاۃ المصابیح کے تحقیقی مطالعے سے ذکر (یادِ الٰہی) کے حوالے سے درج ذیل اہم نتائج سامنے آتے ہیں:

- ذکر کی بنیادی طور پر دو اقسام بیان کی گئی ہیں:
  1. ذکر بالقلب (دل سے ذکر)
  2. ذکر باللسان (زبان سے ذکر)

ان دونوں کو یکجا کرنا افضل قرار دیا گیا ہے۔ اگر کسی ایک پر اکتفا کرنا ہو تو دل سے ذکر کرنا افضل ہے۔ دل سے ذکر کی مزید دو قسمیں ہیں:

1. اللہ کی عظمت، قدرت اور نشانیوں میں غور و فکر کرنا (ذکر خفی)
2. اللہ کے احکام و نواہی کو دل میں حاضر رکھنا اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کا ارادہ کرنا

- ذکر جلی (بلند آواز سے) اور ذکر خفی (آہستہ یا دل میں) دونوں کے دلائل احادیث اور آثار صحابہ سے ملتے ہیں۔ بلند آواز سے ذکر کرنا جائز اور بعض حالات میں مستحب ہے، جبکہ مخفی ذکر کو بعض مواقع پر افضل قرار دیا گیا ہے۔
- اجتماعی طور پر ذکر کرنا، حلقے بنانا اور مجالس ذکر کا انعقاد بھی سنت اور سلف صالحین کے عمل سے ثابت ہے۔
- احادیث کی روشنی میں مجالس ذکر کو جنت کے باغات سے تشبیہ دی گئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جنت کے باغات کے پاس سے گزرو تو وہاں سے کچھ حاصل کر لو، یعنی مجالس ذکر میں شرکت کرو۔ ایسی مجالس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمت نازل فرماتا ہے اور ان مجالس میں بیٹھنے والوں پر سکینت اور نورانیت چھا جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان ذاکرین کا تذکرہ فرشتوں کی مجلس میں فخر سے کرتا ہے۔
- ذکر کرنے والے اللہ کے خاص قرب اور فضل کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ احادیث میں آیا ہے کہ کثرت سے ذکر کرنے والے مرد و عورتیں (مفردون) قیامت کے دن ہلکے پھلکے اور بوجھ سے آزاد ہوں گے۔ ذکر اللہ تعالیٰ کی رضا، عذاب سے نجات اور روحانی ترقی کا ذریعہ ہے۔
- لمعات التنقیح میں ذکر کے مختلف طریقوں اور اجتماعی و انفرادی اذکار کی شرعی حیثیت پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ بعض فقہاء نے بلند آواز سے ذکر کو مخصوص حالات تک محدود کیا ہے، جبکہ صوفیاء کے ہاں یہ عمل عمومی طور پر رائج اور پسندیدہ ہے۔ مجموعی طور پر، شرعی آداب کے ساتھ ذکر کی ہر کیفیت جائز اور باعثِ اجر ہے۔
- لمعات التنقیح میں ذکر کے ثبوت، اس کی اقسام، کیفیات، مجالس ذکر اور ذاکرین کی فضیلت پر جو دلائل و مباحث پیش کیے گئے ہیں، وہ اس موضوع پر ایک جامع، متوازن اور مستند رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ اس سے معاصر علمی و روحانی حلقوں کو ذکر کے شرعی و عملی پہلوؤں پر واضح رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

یہ نتائج اس امر کی دلیل ہیں کہ ذکر کی مختلف صورتیں اور مجالس ذکر اسلامی روایت میں نہ صرف جائز بلکہ باعثِ فضیلت و برکت ہیں۔

حوالہ جات

1 «لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح» جزء 5صفحه 27۔

2 «نقل الطيبي

شرف الدين الحسين بن عبد الله الطيبي (743 هـ)، **شرح الطيبي على مشكاة المصابيح المسمى بـ (الكاشف عن حقائق السنن)**، المحقق: د. عبد الحميد هنداوي، الناشر: مكتبة نزار مصطفى الباز (مكة المكرمة - الرياض)، عدد الأجزاء: 13 (متسلسلة الترقيم) (الأخير فهارس)، الطبعة: الأولى، 1417 هـ - 1997 م، جزء 4صفحه 336/ شرح صحيح مسلم "أن الذكر قد يكون بالقلب وقد يكون باللسان، والأفضل منهما ما يكون باللسان مع القلب جميعًا، فإن اقتصر على أحدهما فبالقلب أفضل»«**لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح**» جزء 5صفحه 27۔

3 «عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: " خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ»«**مسند أحمد**» جزء 3صفحه نمبر، 76 ، حديث نمبر 1477، ط الرسالة

4 «**مشكاة المصابيح**» بَابُ ذِكْرِ اللَّهِ عز وجل وَالتَّقَرُّبِ إِلَيْهِ، جزء2، صفحه نمبر 698، حديث نمبر 2264/«**صحيح البخاري**» بَاب: قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ} /آل عمران: 28، جزء6، صفحه نمبر 2694، حديث نمبر 6970/«**سنن الترمذي**» بَابُ مَا جَاءَ إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ فِي الأَرْضِ، جزء5، صفحه نمبر 581، حديث نمبر 3603۔

5 «لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح» جزء 5، صفحه نمبر 29۔

6 «**لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح**» جزء5، صفحه نمبر 29/ البخاري، أبو عبد الله محمد بن إسماعيل الجعفي، **صحيح البخاري**، الناشر: (دار ابن كثير، دار اليمامة) – دمشق، الطبعة: الخامسة، 1414 هـ - 1993 م، عدد الأجزاء: 7 (الأخير فهارس)، [ترقيم الكتاب موافق للمطبوع]، تاريخ النشر بالشاملة: 14 ربيع الآخر 1443، جزء 5، صفحه نمبر 2346، حديث نمبر 6021۔

7 وأما مذهب مالك فالكراهة فيه لعدم عمل السلف، ولسد ذريعة الابتداع بالزيادة على ذلك من اجتماع الذكور والإناث، والخروج إلى غير الحق، والتجاوز عن الحد، وقد وقع ما اتقاه رضي الله عنه۔**«لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح»** جزء 5، صفحه نمبر 30۔

8 وقال بعض المتأخرين من الشاذلية في مسألة الْحزب: إنه من الروائح التي يتعين التمسك بها لذهاب حقائق الديانة في هذه الأزمنة، وإن كان بدعة فهو مما اختلف فيه، وغاية القول فيه الكراهة۔ **«لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح»** جزء 5، صفحه نمبر 30۔

9 [البقرة:200]

10 [النساء:103]

11 «لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح» جز3، صفحه نمبر 93۔

12 **«مشكاة المصابيح»** جزء1صفحه نمبر 304، حديث نمبر 963۔/**«صحيح مسلم»** ، باب استحباب الذكر بعد الصلاة، وبيان صفة ،جزء 1، صفحه نمبر 416 ت عبد الباقي، حديث نمبر 594۔ / **«لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح»**جزء 3، صفحه نمبر 93، حديث نمبر 963۔

13 **«لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح»**جزء 3، صفحه نمبر 93، حديث نمبر 963۔

14 **«صحيح مسلم»**، بَابُ اسْتِحْبَابِ الذِّكْرِ بَعْدَ الصَّلَاةِ وَبَيَانِ صِفَتِهِ ، جزء 2، صفحه نمبر 96، حديث نمبر 594۔

[15]«وذلك لتعليم أصحابه وإلا فالأفضل الإخفاء كذا قالوا، والحق أن الأوقات مختلفة، ففي بعضها يحصل الذوق بالإخفاء، وفي بعضها يزيد الشوق بالجهر، ولا خلاف [في] مشروعية الجهر بالذكر، وأفضليةُ الإخفاء من جهة أنه مظنة الرياء، فإذا لم يكن فهما سواء، واللَّه أعلم»«**لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح**» جزء 3، صفحه نمبر 93۔

[16]دہلوی، عبد الحق محدث، **اخبار الاخیار**، صفحہ: 644

[17] «**مشكاة المصابيح**» جزء 2صفحه نمبر 698، حديث نمبر 2261/«**صحيح مسلم**» بَابُ فَضْلِ الِاجْتِمَاعِ عَلَى تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ، وَعَلَى الذِّكْرِ، جزء8، صفحه نمبر 72، حديث نمبر 2700۔

[18] «**مشكاة المصابيح**» جزء2، صفحه نمبر 698، حديث نمبر 2262/«**صحيح مسلم**» ، كِتَابُ الذِّكْرِ، وَالدُّعَاءِ، وَالتَّوْبَةِ، وَالِاسْتِغْفَارِ.بَابُ الْحَثِّ عَلَى ذِكْرِ اللهِ تَعَالَى، جزء 8، صفحه نمبر 63، حديث نمبر 2676۔

[19] **«مشكاة المصابيح»** جزء2، صفحه نمبر 702، حديث نمبر 2269۔/**«سنن الترمذي »** جزء 5، صفحه نمبر 320، حديث نمبر 3377۔

[20] **«مشكاة المصابيح»** جزء 2، صفحه نمبر 702، حديث نمبر 2270۔

[21] **«لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح»** جزء 5، صفحه نمبر 44، حديث نمبر 2271۔

[22] **«مشكاة المصابيح»** بَابُ ذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالتَّقَرُّبِ إِلَيْهِ،جزء 2، صفحه نمبر 702، حديث نمبر 2272۔/**«سنن أبي داود»** باب كراهية أن يقوم الرجل من مجلسه ولا يذكر الله عز وجل، جزء 7، صفحه نمبر 222، حديث نمبر 4856۔

[23] «مشكاة المصابيح» بَابُ ذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالتَّقَرُّبِ إِلَيْهِ،جزء 2، صفحه نمبر 702، حديث نمبر 2273۔

[24] «مشكاة المصابيح» بَابُ ذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالتَّقَرُّبِ إِلَيْهِ،جزء 2، صفحه نمبر 702، حديث نمبر 2274۔

[25] «مشكاة المصابيح» بَابُ ذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالتَّقَرُّبِ إِلَيْهِ،جزء 2، صفحه نمبر 702، حديث نمبر 2275۔

[26] «مشكاة المصابيح» بَابُ ذِكْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَالتَّقَرُّبِ إِلَيْهِ،جزء 2، صفحه نمبر 702، حديث نمبر 2276۔

[27] «**مشكاة المصابيح**» جزء 2، صفحه نمبر 704، حديث نمبر 2279۔ /«**سنن الترمذي** ت بشار»بَاب مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الذِّكْرِ، جزء 5، صفحه نمبر 318،حديث نمبر 3375۔/«**مسند أحمد**» ط الرسالة ،جزء 29، صفحه نمبر 226 حديث نمبر 17680۔

[28] **«مشكاة المصابيح»** جزء 2، صفحه نمبر 704، حديث نمبر 2280۔

[29] **«مشكاة المصابيح»** جزء 2، صفحه نمبر 705، حديث نمبر 2281۔

[30] «لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح» جزء 5، صفحه نمبر 48، حديث نمبر 2281۔/ الفيروزآبادى، مجد الدين أبو طاهر محمد بن يعقوب (المتوفى: 817هـ)، القاموس المحيط، مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت – لبنان، الطبعة: الثامنة، 1426 هـ - 2005 م، عدد الصفحات: 1357، صفحه نمبر 1085/صفحه نمبر 542۔

[31] «مشكاة المصابيح» جزء 2، صفحه نمبر 705، حديث نمبر 2283

[32]«مشكاة المصابيح» جزء2، صفحه نمبر 705، حديث نمبر 2284۔/«موطأ مالك ت عبد الباقي» ،بَابُ مَا جَاءَ فِي ذِكْرِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى،جزء1، صفحه نمبر 211، حديث نمبر 24۔

[33] «مشكاة المصابيح» جزء 2، صفحه نمبر 705، حديث نمبر 2285۔

[34] «مشكاة المصابيح» جزء 2، صفحہ نمبر 705، حديث نمبر 2286-

[35] الكهف: 24

[36] **«مشكاة المصابيح»** جزء 2، صفحه نمبر 714، حديث نمبر 2306۔/**«سنن الترمذي»** ،بَاب ثَوَابُ التَّسْبِيحِ وَالتَّحْمِيدِ، بَاب مَا جَاءَ أَنَّ دَعْوَةَ الْمُسْلِمِ مُسْتَجَابَةٌ ،جزء 5، صفحه نمبر 462، حديث نمبر 3383۔/ **«لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح»** ،باب ذكر الله عز وجل والتقرب إليه،جزء5، صفحه نمبر 28، /باب ثواب التَّسبيح والتَّحميد والتَّهليل والتَّكبير، جزء 5، صفحه 129، حديث نمبر 2300۔

[37] «لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح» جزء 5، صفحه 29۔

[38] البقرة: 200

[39] الترمذي، أبو عيسى محمد بن عيسى الترمذي (ت ٢٧٩ هـ)، **الجامع الكبير سنن الترمذي**، الناشر: دار الغرب الإسلامي – بيروت، الطبعة: الأولى، ١٩٩٦ م ، جزء5صفحه، 488، حديث 3510۔

[40] «**الرسالة القشيرية**» جزء 2صفحه 379

[41] الأحزاب: 41

[42] «مشكاة المصابيح» جزء 2صفحه702، حديث نمبر 2269۔

[43] **«مشكاة المصابيح»** جزء 2، صفحه نمبر 714، حديث نمبر 2308۔ /**«لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح»** جزء 5، صفحه نمبر 134۔

[44] **«مشكاة المصابيح»** جزء 3، صفحه نمبر 1527، حديث نمبر 5516۔

[45] **«لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح»** جزء 8صفحه 749۔

[46] **«مشكاة المصابيح»** جزء 2صفحه 698، حديث نمبر 2261۔

[47] «لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح» جزء 5، صفحه 30۔

[48] **«مشكاة المصابيح»** جزء 2صفحه نمبر 698، حديث نمبر 2262/ **«صحيح مسلم»** كِتَابُ الذِّكْرِ، وَالدُّعَاءِ، وَالتَّوْبَةِ، وَالِاسْتِغْفَارِ، بَابُ الْحَثِّ عَلَى ذِكْرِ اللهِ تَعَالَى، جزء 8، صفحه نمبر 63، حديث نمبر 2676

[49] أبو الفضل، عياض بن موسى بن عياض بن عمرون اليحصبي السبتي، (ت 544هـ)، **مشارق الأنوار على صحاح الآثار**، المكتبة العتيقة ودار التراث، جزء 2صفحه نمبر 151، تحت بحث ماده (ف رد)۔

[50] سورۃ المزمل:8۔

(التُّورِبِشْتِي، فضل الله بن حسن بن حسين بن يوسف أبو عبد الله، شهاب الدين (ت 661 هـ)، **الميسر في شرح مصابيح السنة**، الناشر: مكتبة نزار مصطفى الباز، الطبعة: الثانية، 1429 هـ - 2008 هـ، عدد الأجزاء: 4، جزء 2، صفحه نمبر 519۔/ **«لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح»** ،جزء 5، صفحه نمبر 31۔)

[51] أبو الفضل، عياض بن موسى بن عياض بن عمرون اليحصبي السبتي، (ت 544هـ)، **مشارق الأنوار على صحاح الآثار**، المكتبة العتيقة ودار التراث، جزء 2صفحه نمبر 151، تحت بحث ماده (ف رد)۔

[52] أبو الفضل، عياض بن موسى بن عياض بن عمرون اليحصبي السبتي، (ت 544هـ)، **مشارق الأنوار على صحاح الآثار**، المكتبة العتيقة ودار التراث، جزء 2صفحه نمبر 151، تحت بحث ماده (ف رد)، تاريخ النشر بالشاملة: 8 ذو الحجة-1431

[53] «مشكاة المصابيح» جزء 2، صفحه 698، حديث نمبر 2263

[54] في ظهور الآثار الروحانية من المعرفة والذوق والشوق في الذكر وعدمه في غيره، كظهور الآثار الجسمانية وعدمه في الحي والميت۔**«لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح»** جزء 5، صفحه 32۔

[55] «**مشكاة المصابيح**» جزء 2، صفحه نمبر 698، حديث نمبر 2264

56 «**لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح»** جزء 5، صفحه نمبر 33۔

57 «وقوله: (وأنا معه إذا ذكرني) اعلم أن المعية المفهومة عند العقل لا تخلو عن أحد هذه الأقسام، إما معية الجزء مع الكل، أو معية العَرَض مع الجوهر، والصفة مع الموصوف، أو الساري مع المسريّ فيه، كالماء مع الورد، أو الظرف مع المظروف، أو الجارَين أو المتلاصقين، ويستحيل ذلك كله في الباري تعالى وتقدس، وما هو إلا بالتوفيق والمعونة، أو كنايةٌ عن سماعه ما يقوله الذاكر، أو إظهار نور حضوره وشهوده في قلبه، وفي الحقيقة لا يمكن التعبير عنه بلسان القال، والله أعلم بحقيقة الحال»«**لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح**» جزء 5، صفحه33۔

58 الكوفي العبسي، أبو بكر عبد الله بن محمد بن أبي شيبة (ت 235 هـ)، **الكتاب المصنف في الأحاديث والآثار** (دار التاج - لبنان)، (مكتبة الرشد - الرياض)/ (مكتبة العلوم والحكم - المدينة المنورة) الطبعة: الأولى، 1409 هـ - 1989 م، تاريخ النشر بالشاملة: 8 صفر 1433، جزء 1، صفحه 108

59 «وقوله: (ذكرته في ملأ خير منهم) قد يستدل بهذا على أفضلية الملائكة من البشر»«**لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح**» جزء5، صفحه34۔

60 «مشكاة المصابيح» جزء2،صفحه نمبر699، حديث نمبر 2267۔/«صحيح مسلم» جزء4، صفحه نمبر 2070 ، حديث نمبر 2689۔

61 «مشكاة المصابيح» جزء نمبر 2، صفحه نمبر 702، حديث نمبر 2271

62 «مشكاة المصابيح» جزء نمبر 1 صفحه نمبر 227، حديث نمبر 729

63 أبو الفضل، عياض بن موسى بن عياض بن عمرون اليحصبي السبتي، (ت 544هـ)، مشارق الأنوار على صحاح الآثار، دار النشر: المكتبة العتيقة ودار التراث، جزء 1، صفحه نمبر 197۔/ «لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح» جزء 5، صفحه نمبر 44۔

64 «**مشكاة المصابيح**» جزء2، صفحه نمبر 704، حديث نمبر 2278۔/«**لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح**» جزء 5، صفحه نمبر 47، حديث نمبر 2278۔/«**صحيح مسلم**» بَابُ فَضْلِ الِاجْتِمَاعِ عَلَى تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ وَعَلَى الذِّكْرِ ، جزء4، صفحه نمبر 2075، حديث نمبر 2701۔ / «مسند أحمد» جزء 28، صفحه نمبر 50 ، حديث نمبر 16835۔

65 **«مشكاة المصابيح»** جزء 2، صفحه نمبر 703، حديث نمبر 2273۔/**«سنن أبي داود»**،بَابُ كَرَاهِيَةِ أَنْ يَقُومَ الرَّجُلُ مِنْ مَجْلِسِهِ وَلَا يَذْكُرَ اللَّهَ ، جزء 4، صفحه نمبر 414 ط مع عون المعبود، حديث نمبر 4855۔

66 «مشكاة المصابيح» جزء 2، صفحه نمبر 703، حديث نمبر 2274۔/«سنن الترمذي»،بَابٌ فِي الْقَوْمِ يَجْلِسُونَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ، جزء 5، صفحه نمبر 391، حديث نمبر 3380۔